احادیث طیبہ کے متعلق مستشرقین کے اعتراضات کا علمی و تنقیدی جائزہ

A Scholarly and Critical Review of the Objections of Orientalists Regarding Hadith Tayyaba

Muhammad Riaz ud din
MPhil Schooler Muh ud din Islamia university, Nerian Sharif Ajk
Email: muhammadriazuddin541@gmail.com
Muhammad Fiaz Ud Din
MPhil Scholar Islamic Studies Mohi-ud-Din Islamic University, Nerian Sharif, Azad Kashmir
Email: Muhammadfiazuddin1@gmail.comAuthor
Shabnam Begum
Lecturer Islamic Studies Mohi-ud-Din Islamic University, Nerian Sharif, Azad Kashmir

ABSTRACT

Islamic Studies Qur'an and Hadith Sharia Law By the end of the 20th century, the study of hadith had developed considerably and received increasing attention in both the Muslim and Western worlds. The role of hadith has attracted the attention of Orientalists who have sought to identify the origins of Islam and its legal and religious institutions. Therefore, the Orientalists made every possible effort to distance the Muslims from the Qur'an and Hadith. And under his conspiracies, he raised objections to the Quran and Hadith in order to cast doubt on the Muslims.
This article is an analytical review of the objections raised by the Orientalists on the Hadith-e-Taiba, a research-based article in which the various contradictions of the Western Muhadditheen in relation to the criticism of the chain of Hadith/Sinaad are described.
Keywords: Hadith, Isnad, Orientalists, Interaction, Discussions, Objections

تمہید:

اسلامی علوم, قران و حدیث, قانون شریعت, اسلامی, فلسفہ اسلام, تاریخ اسلام, سیرت طیبہ, عقائد اسلامی سماجیات و معاشیات کا مطالعہ کرنے اور اس پر لکھنے والوں نے, جس طرح مسلمان اور سکالرز نے کام کیا اسلام کے مختلف موضوعات پر لکھا ان کا مقصد اسلامی علوم سے ہدایت لینا, اسلامی تعلیمات کو رائج کرنا اور اس کی اشاعت میں اپنا اہم کردار ادا کیا۔ جس طرح مسلم سکالرز نے اسلامی علوم پر لکھا اسی طرح یورپ کے غیر مسلم یہودی اور عیسائی سکالرز بھی ہیں۔ جنہیں اصطلاح میں مستشرقین کہا جاتا ہے مستشرقین کی اکثریت نے اسلامی علوم، قران و حدیث اور سیرت طیبہ اور

اسلامی عقائد، اسلامی تہذیب اور اسلام کے معاشی اور سیاسی نظام کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا انہوں نے اپنے خاص اہداف اور اغراض کو مد نظر رکھتے ہوئے اسلامی علوم کا مطالعہ کیا۔ اور اسلامی علوم میں مضامین اور کتابیں لکھی اس طرح کے اعتراضات اٹھائے تاکہ مسلمانوں کو شکوک وشبہات میں ڈالا جائے، شکوک وشبہات کا دروازہ کھولے رکھا۔ ان میں کچھ ایسے تھے جنہوں نے اسلام کی تعلیمات قران وحدیث پر اعتراضات بھی کیے ہیں، مسلمان علماء نے اپنا فریضہ سمجھتے ہوئے مستشرکین کے لگائے ہوئے اعتراضات کا جواب دیا، علم اور تحقیق کی روشنی میں ان اعتراضات کا تجزیاتی اور تنقیدی جائزہ لے کر اسلام کا دفاع کیا۔ دین اسلام کے ماہرین علماء اور سکالرز کا فرض ہے کہ وہ مخالفین اسلام کی سازشوں پر نظر رکھیں، مستشرقین کے بے بنیاد اعتراضات کا علم اور تحقیق کے انداز میں جواب دیں اسلام کے دفاع اور خدمات کے لیے کمربستہ رہیں۔ مسلمان علماء اور سکالرز تحقیق کی توجہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف لکھے جانے والے لٹریچر کی طرف مبذول کروائیں۔ تاکہ کوئی مسلمان کسی شکوک وشبہات میں مبتلا ہو کر غیر مسلم اقوام نہ ہو سکے قران وحدیث دو اسلام کے بنیادی ماخذ ہیں۔ جس پر دین اسلام کی دیوار استوار ہے، اس طرح قران وحدیث پر مستشرقین کے اعتراضات اٹھانا جن کا مقصد مسلمانوں کو قران وحدیث سے دور کرنا ہے اس اسائنمنٹ میں ہم احادیث طیبہ پر لگائے گئے الزامات کا توجزیاتی و تنقیدی جائزہ لیں گے، مستشرقین ہر ممکن کوشش کرتے رہے لیکن وہ ناکام رہے۔ جن کی تائید میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ [1]

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھادیں، اور اللہ اپنا نور پورا کر کے رہے گا اگرچہ کافر برا مانیں۔

اس آیت مقدسہ کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں وہ جتنی کوشش کرلیں یہ ایک ایسا نور ہے جو بجھنے والا نہیں ہے بلکہ یہ ہمیشہ روشن ہی رہے گا اگرچہ کافر برا جانے۔

استشراق کی تعریف:

غیر مشرقی لوگوں کا مشرقی زبانوں تہذیب فلسفے ادب اور مذہب کے مطالعے میں مشغول ہونے کا نام استشراق ہے، [2]

مذکورہ بالا تعریف کی روسے جو غیر مشرقی عالم مشرقی علوم کے لیے اپنے آپ کو وقف کرے مستشرک کہا جاتا ہے۔

منجد میں مفہوم:

مشرقی زبانوں، آداب اور علوم کے عالم کو مستشرق کہا جاتا ہے اور اس علم کا نام استشراق ہے۔

دور حاضر میں اس کی تعریف:

اہل مغرب بالعموم اور یہود و نصاری بالخصوص جو مشرقی عوام خصوصاً ملت اسلامیہ کے مذاہب، زبانوں، تہذیب و تمدن، تاریخ ادب، انسانی قدروں ملی خصوصیات، وسائل حیات اور امکانات کا مطالعہ مروضی تحقیق کے لبادے میں اس غرض سے کرتے ہیں کہ ان اقوام کو اپنا ذہنی غلام بنا کر ان پر اپنا مذہب اور اپنی تہذیب مسلط کر سکیں اور ان پر سیاسی غلبہ حاصل کر کے ان کے وسائل حیات کا استحصال کر سکیں ان کو مستشرکین کہا جاتا ہے جس تحریک سے وہ لوگ منسلک ہیں وہ تحریک استشراک کہلاتی ہے۔[3]

لغوی مفہوم:

شرق یہ جدید لفظ ہے اس لیے قدیم لغات میں نہیں پایا جاتا "لسان العرب" کا فاضل مصنف کہتا ہے کہ شرق کہا جاتا ہے شرقت الشمس کو جب سورج طلوع ہو جائے ہر سو روشنی پھیلا دے اور اور مشرق ہر وہ چیز جو مشرق سے طلوع ہو اور اس پر شرق کے لفظ کا استعمال کرتے ہیں گویا شرق کا معنی روشنی بھی ہے اور سورج بھی،

مستشرقین کی اقسام:

مستشرقین ایک ایسا گروہ ہے جس کی چند اقسام ہیں

متعصب مستشرقین:

یہ ایسے مستشرکین کا گروہ ہے جنہوں نے غیر جانبداری اور بے لاگ علمی تحقیق کے لبادے میں اسلام کے متعلق خرافات پیش کی ان میں ایڈورڈ گبن، کیمون اور ولیم میور شامل ہیں یہ متاثر مستشرکین کا گروہ تھا۔

معتدل مستشرقین:

وہ مستشرقین جو اپنے ابائی مذہب پر سختی سے کاربند ہونے کے باوجود اسلام کے بارے میں مثبت رائے رکھتے ہوں اور سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بہت حد تک متاثر ہوں ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

کاسن دی پرسیول، مائیکل ایچ ہارٹ،

پیشہ ور مستشرقین:

استشراق کی تحریک کی بنیاد استعمار کی طرف سے ملنے والی مالی امداد اور سماجی حیثیت پر بھروسہ کرتی ہیں اور مستشرقین یونیورسٹیوں تحقیقی اداروں اور میڈیا کے بڑے بڑے عہدوں کے شکل میں انعام پاتے ہیں یہ بہت خطرناک قسم کے لوگ ہیں۔

ملحد مستشرقین:

یورپ میں جب مذہب اور سائنس کے درمیان تصادم شروع ہوا تو یورپ میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جو علوم کے پیاسے تھے، مگر ان کے ساتھ پاپائے روم کے ظلم و ستم سے علم کے شیدائی مذہب کے دشمن بن گئے اس صورتحال سے جس تحریک نے زور پکڑا اس میں والٹیئر Voltaire تھا۔

نومسلم مستشرقین:

مستشرکین میں کچھ ایسے بھی تھے جنھوں نے اسلام پر صحیح تحقیقات کی اور جنہیں توفیق خداوندی نے حلقہ اسلام میں داخل کیا ان میں، رسل ویب، سینٹ جوزف گزٹ، علامہ محمد اسد، (پولینڈ) علاؤالدین شبلی (جرمن) ڈاکٹر غرینیہ فرانس، محترمہ مریم جمیلہ (امریکہ) شامل ہیں۔

مستشرقین کے مقاصد:

اس گروہ کے خاص مقاصد تھے جس کی بنیاد پر اس تحریک کو بنایا، وہ مقاصد درج ذیل ہیں۔

1۔اسلامی احکامات و تاریخ کو اپنے حسب خواہش ڈالنا۔

2۔اسلام کے بارے میں بدگمانی پیدا کرنا۔

3۔ابتدائی مسلم معاشرے کی غلط تصویر کشی کر کے مسلمانوں کی تاریخ کو مسخ کرنا

4۔اسلام تہذیب کی تحقیر و تذلیل کرنا

5۔کتاب و سنت میں تحریف کرنا

6۔عبادتوں کا غلط مفہوم پیش کرنا

7۔ مسلم علماء سے بدظن کرنا

اسلامی تاریخ احکامات و تاریخ کو اپنے حسب خواہش ڈھال کر پیش کرنا

مستشرکین کا طریقہ کار:

مستشرقین اپنے طریقہ کار سے دین اسلام کی اہمیت کو مسلمانوں کے سامنے کم کرنے کی سعی میں ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔

درج ذیل طریقہ کار:

1۔ علمی مواد کو اپنے فہم کے مطابق ڈالنا

2۔ایسے مصادر سے نقل کرنا جو اسلامی فکر کی نمائندگی نہیں کرتے اور مسلمانوں کے لیے قابل حجت نہیں

3۔تہذیب اسلامی کو ایک خون خوار معاشرے اور تہذیب کی صورت میں پیش کرنا

4۔ علمی مواد کی نصوص کو بدلنا

5۔ حقائق کو بدلنا

علوم حدیث پر کام کرنے والے مستشرقین:

مستشرقین نے علوم قرآن، علوم حدیث، اور سیرتِ رسول اللہ ﷺ پر بہت اعتراضات کیے، لیکن یہاں پر ہم اپنے موضوع (احادیث نبویہ ﷺ پر اعتراضات کا علمی و تنقیدی جائزہ) کے متعلق بات کریں گے وہ مستشرقین جنہوں نے احادیث رسول ﷺ پر اعتراضات کیے ان کے نام اور ان کے اعتراضات مع جواب ذکر کریں گے۔

احادیث نبویہ پر کام کرنے والے چند مستشرقین کے نام درج ذیل ہیں:

1۔ گولڈ زیہر (Gold Ziher)

2۔ اسپرنگر (Sprenger)

3۔ جوزف شاخت (Joseph Schacht)

4۔ براسن (Brasen)

5۔ نابیہ ایبٹ (Nabia Abbot)

6۔ جیوئن بال (G.HA.Juynboll)

یہ چند ان مستشرقین کے نام ہیں جنہوں نے احادیث پر کام کیا،

حدیث کے بارے میں مغربی سکالرز کے رویے کو چار ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے

1۔ ابتدائی دور تشکیک (early scepticism)

2۔ تشکیک کے خلاف رد عمل (reaction against scepticism)

3۔ درمیانی راستہ تلاش کرنا کرنا (an attempt to search a middle ground)

چوتھا دور تشکیک جدید کا دور ہے[4] (Neo scepticism)

گولڈ زیہر اور جوزف شاخت کا تعلق پہلے دور سے ہے گولڈ زیہر کا خیال ہے کہ اکثر احادیث پہلی دو صدیوں میں اسلام کے مذہبی تاریخی اور سماجی ترقی کا نتیجہ ہیں اس نے اپنی کتاب (Muhammedanische studien) کی دوسری جلد میں اس بات کا اظہار کیا ہے۔

جوزف شاخت کا کہنا ہے

We shall not meet any legal tradition from the prophet which can be considered authentic[5]

فقہی مسائل سے متعلق ہمیں پیغمبر اسلام سے کوئی ایک بھی ایسی حدیث نہیں ملی کہ جسے ہم صحیح قرار دے سکیں(جوزف شاخت)

نابیہ ایبٹ دوسرے دور کی نمایاں سکالرز میں سے ہیں اور نابیہ کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ گولڈ زیہر اور جوزف شاخت کا وضع حدیث(Hadith fabrication) کا نظریہ غلط ہے اس کا کہنا ہے کہ جو مستشرکین ہجرت کے زمانے کے بعد احادیث کی کثرت کو بنیاد بناتے ہوئے یہ دعوی کرتے ہیں، کہ مدنی زندگی کے 10 سالوں میں لاکھوں احادیث کا صادر ہونا ایک ناممکن امر ہے تو ان کو ہمارا جواب یہ ہے کہ ہجرت کے بعد کے زمانے میں کثرت احادیث کی وجہ کثرت متن نہیں بلکہ کثرت اسناد ہیں۔[6]

تیسرے مرحلے کے نمایاں مستشرکین میں سے ایک جیون بال(G.HA.Juynboll) ہے جیون بال اگرچہ شاخت سے متاثر ہے لیکن وہ حدیث کے بارے میں اس کی انتہائی تشکیک پسندانہ رویے سے متفق نہیں ہے وہ جوزف شاخت کے نقطہ نظر کو کچھ تنقیح کے بعد قبول کرتا نظر آتا ہے اس نے شاخت کی حدیث کے بارے میں (Common link 'theory) کو مذہب(refine) کیا ہے شاخت کے نزدیک حدیث کی اسناد دوسری صدی ہجری کے نصف ثانی میں وضع(create) کی گئی تو جیون بال کے نزدیک حدیث کا مرجع(source) پہلی صدی ہجری کا اخر ہے۔[7]

چوتھے مرحلے میں کہ نمایاں لوگوں میں مائیکل کوک(Michael Allan cook) اور نورمن کولڈر(Norman Calder) کا نام ملتا ہے، یہ دونوں گولڈ زیہر اور جوزف شاخت سے بھی زیادہ تشکیک پسند ہیں[8]

گولڈ زیہر (1921-1850) ہنگرین یہودی مستشرق ہے یورپ میں نولڈیکے کی طرح اسے بھی جدید علوم اسلامیہ کا بانی تصور کیا جاتا ہے نولڈیکے جس طرح قرانیات نے مستشرکین کا امام ہے تو بالکل اسی طرح گولڈ زیہر کو علوم حدیث میں مستشرکین کی پیشوائی کا مقام حاصل ہے گولڈ زیہر وہ پہلا مستشرق ہے، جس نے حدیث پر باقاعدہ نقد کرتے ہوئے اپنا نقطہ نظر جامع، منظم اور محقق انداز میں پیش کیا، گول زیہر سے پہلے گستاف وائل(1899 –1808) کا نام ہمیں ملتا ہے جس نے اپنی کتاب(Geschichte Der chaliphen) میں اپنی رائے پیش کی کہ صحیح بخاری کی تمام روایات کو رد کر دینا چاہیے.

اس کے کچھ عرصہ بعد سپرنگ نگر(1893 -1813) نے اپنی کتاب (Das leben und die lehe desMuhammad) میں یہ بات کہی کہ ظاہرہ حدیث کی ایک بڑی تعداد موضوع(Fabricated) کی نسبت صحیح حدیث پر مشتمل ہے اس کی ایک تا تین جلدوں 1861 عیسوی سے 1865 کے مابین شائع ہوئی بعد ازاں ولیم میور (1905 –1819) نے اپنی کتاب لائف آف محمد میں حدیث کی صحت ضعف معلوم کرنے کے لیے اپنا ایک ذاتی معیار متعارف کروایا اس کے نزدیک احادیث کی حیثیت ایک تاریخی ریکارڈ(historical facts) کی سی ہے۔

علاوہ ازیں گولڈ زیہر سے پہلے ڈچ اسکالر رائن ہرچ ڈوزے(Reinhart dozy) 1820-1883 نے اپنی کتاب Het Islamisme میں یہ رائے پیش کی کہ صحیح بخاری کی نصف روایات صحیح ہیں یہ وہ مستشرقین تھے جنہوں نے گولڈ زیہر سے پہلے حدیث کے بارے میں اپنی کسی رائے کا اظہار کیا۔[9]

مستشرقین کے احادیث نبویہ ﷺ پر اعتراضات:

مستشرقین نے جو احادیث طیبہ پر اعتراضات کیے ہم یہاں چند کا ذکر کریں گے۔

1۔ تدوین احادیث پر اعتراض:

سر ولیم میور اور گولڈ زیہر نے دعوی کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حدیثیں لکھنے کا کام آپ کی رحلت کے 90 برس بعد شروع ہوا۔ بعد میں آنے والے مستشرقین اور منکرین حدیث نے اس پر مستزاد کہہ دیا کہ احادیث کی تدوین تیسری صدی ہجری میں ہوئی۔ اس لیے حدیث کو دین اسلام کا مصدر قرار دینا صحیح نہیں اور اس پر اعتماد بھی نہیں کیا جا سکتا[10]۔ مستشرقین کا یہ اعتراض مغالطہ پر مبنی ہے۔ اس لیے کہ احادیث کی حفاظت کا طریقہ محض کتابت نہیں ہے بلکہ دور نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں مختلف طریقے اختیار کیے گئے جو درج ذیل ہیں:

1۔ بذریعہ یاداشت　　　2۔ تعامل

3۔ مذاکرے　　　4۔ کتابت

مذاکرے:

حفاظت حدیث کا اہم طریقہ صحابہ کرام کے باہمی مذاکرے تھے۔ انہیں جب بھی کسی سنت کے بارے میں علم ہوتا تو وہ اسے بیان کر کے دوسرے تک پہنچاتے۔ بعض اوقات ایک مسئلے پر ایک دوسرے سے رائے لیتے تھے۔ اور اپنے سماعتِ حدیث کا واقعہ، حالات اور مکمل اس کی روداد بیان کر دیتے تھے کہ میں نے یہ حدیث فلاں مقام پر فلاں واقعہ ہر سنی ہے یا مجھے نبی کریم ﷺ نے مخاطب کیا ہے۔ یا پھر ایک دوسرے تک احادیث پہنچاتے تھے۔ یہ طریقہ کار درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم کی تعمیل پر مبنی تھا، رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے

"فليبلغ الشاهد الغائب"[11]

جو لوگ حاضر ہیں وہ ان غائب لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔

چونکہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نظروں میں علم حدیث کی بہت اہمیت تھی۔ اس لیے ان کا مشغلہ یہی تھا کہ جب کبھی وہ باہم یکجا ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ارشادات کا تذکرہ کرتے ان مسلسل اور متواتر مذاکروں نے سنت کی حفاظت میں اہم کردار ادا کیا اور جو حدیث مبارکہ چند افراد تک محدود تھیں وہ دوسروں تک پہنچ

گئی۔ کبھی کسی وقعہ پر ایک دوسرے سے راہنمائی لیتے تھے تو احادیث کا ذکر کرتے تھے کہ اس حوالے سے نبی کریم ﷺ نے یہ یہ فرمایا ہے۔

تعامل:

حدیث کی حفاظت کا دوسرا راستہ یہ تھا کہ اس پر عمل کیا جائے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی اجمعین جو کچھ آپ سے حاصل کیا کرتے۔ اسے عملی طور پر بھی کیا کرتے تھے۔ عملی طور پر کسی بھی حدیث کو یاد رکھنے کا یہ بہترین طریقہ تھا۔ کیونکہ ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد موجود تھا۔

"اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ"۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔[12]

تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت کو بھول جائیں جبکہ انہوں نے اپنی زندگی کی عمارت اسی بنیاد پر استوار کی تھی۔ حفاظت حدیث کا یہ دوسرا طریقہ تھا۔

بذریعہ یاداشت:

مجموعی طور پر عربوں کو غیر معمولی یادداشت اور قوت حافظہ عطا کی گئی تھی۔ ان کو اپنی شاعری کے سینکڑوں اشعار زبانی یاد ہوتے تھے وہ نہ صرف اپنے سلسلہ نسب کو یاد رکھتے تھے بلکہ اکثر لوگوں کو تو اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کے نسب تک یاد ہوتے تھے۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت جعفر بن عمرو الضمری بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ عبید اللہ بن عدی بن خیار کے ساتھ حضرت وحشی سے ملنے "حمص" گیا عبید اللہ نے پوچھا کہ اپ مجھے پہچانتے ہیں۔ حضرت وحشی نے جواب دیا کہ کہ آج سے کئی سال پہلے ایک دن عدی بن خیار کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا تھا اور میں اس بچے کو چادر میں لپیٹ کر اور مرضعہ کے پاس لے گیا تھا۔ بچے کا سارا جسم ڈھکا ہوا تھا۔ میں نے صرف پاؤں دیکھے تھے۔ تمہارے پاؤں اس کے پاؤں کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔[13]

اگر اس بات پر غور کیا جائے کہ جو قوم (صحابہ اکرام) اتنی معمولی باتوں کو اتنے وثوق سے یاد رکھتی ہے وہ آپ ﷺ کے اقوال و افعال یاد رکھنے کا کتنا اہتمام کرے گی جبکہ وہ انہیں اپنے لیے راہ نجات سمجھتے ہوں اور اس ارشاد نبوی کو بھی سن رکھا ہو۔

"عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا فَحَفِظَهُ حَتَّى يُبَلِّغَهُ، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيهٍ". [14]

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا' آپ فرماتے تھے: "اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش و خرم اور شاداب رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی پھر اسے حفظ کیا اور یاد رکھا تا کہ اسے پہنچائے'

بہت سے علم و فقہ کے حامل اپنے سے بڑھ کر زیادہ دانا اور فقیہ لوگوں کو پہنچاتے ہیں' اور بہت سے علم و فقہ کے حامل ایسے ہوتے ہیں جو در حقیقت دانا اور فقیہ نہیں ہوتے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ حضور کے وہ صحابی ہیں، جو (5374) احادیث مبارکہ کے راوی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی رات کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہوا ہے ایک تہائی رات میں نماز پڑھتا ہوں ایک تہائی میں سوتا ہوں اور باقی ایک تہائی رات میں رسول اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ کو یاد کرتا ہوں۔[15]

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ کرام کو احادیث مبارکہ سے کس قدر محبت تھی کہ وہ اپنے وقت کو تقسیم کرکے حدیث کے لیے مخصوص کرتے، اور پھر اسے یاد کرتے، تو یہ مستشرقین کا اعتراض نامناسب ہے کہ جس کی کوئی حیثیت نہیں، کیونکہ صحابہ کرام نے حدیث کے لیے وقت مخصوص کرلیا تو ظاہر ہے جس محبت سے وہ وقت مخصوص کرتے تو اسی محبت سے وہ اس کو یاد کرتے اور اس کا خیال بھی رکھتے کہ وہ ہمیشہ یاد رہے۔

کتابت:

حدیث مبارکہ کی حفاظت کا یہ طریقہ حضور ﷺ کے دور مبارک میں شروع ہو چکا تھا گو کہ خال خال لوگ کتابت سے وابستہ تھے لیکن اس کا اہتمام ضرور ہوتا تھا۔ مستشرقین کا یا منکرین حدیث کا یہ کہنا ہے کہ حدیث تیسری صدی ہجری میں یا اڑھائی سو سال بعد لکھی گئی، یہ تاریخی حقائق کو جھٹلانے والی بات ہے وہ محض ہٹ دھرمی اور تعصب پر مبنی ہے، تاریخی طور پر کتابت حدیث کو چار مراحل میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

"پہلا مرحلہ متفرق طور پر احادیث کو جمع کرنا"۔

"دوسرا مرحلہ کسی شخصی صحیفہ میں حدیث کو جمع کرنا جس کی حیثیت ذاتی یادداشت کی ہو"۔

"تیسرا مرحلہ احادیث کو کتابی صورت میں تبویب (ابواب بندی) کے ساتھ جمع کرنا"۔

"عہد رسالت ﷺ اور عہد صحاب میں کتابت کی پہلی دو قسمیں اچھی طرح رائج ہو چکیں تھیں"۔[16]

حضور اکرم کا احادیث لکھوانا، صحابہ کرام کا احادیث کو لکھنا اور ان کی حفاظت کے لیے زبردست کوششیں کرنا۔ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک حدیث کی حفاظت انتہائی اہم ذمہ داری تھی اور وہ اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔

عہد تابعین میں کتابت و تدوین حدیث:

جیسے جیسے وقت گزرتا گیا اسلامی سرحدیں دنیا کے طول و عرض میں پھیلنے لگی۔ مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ صحابہ کرام ایک ایک کرکے اس دنیا سے رخصت ہوتے گئے۔ ان حالات میں حضرت عمر بن عبد العزیز نے سرکاری سطح پر

احادیث طیبہ کی تدوین کے لیے اقدامات کیے لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز کی اس کوشش اور حکم سے پہلے بھی عہد تابعین میں احادیث کی تدوین کے آثار ملتے ہیں۔ اس لیے اس سلسلے میں صحیفہ ہمام بن منبہ نمایاں ہے۔ جس میں حضرت ابوہریرہ کے جلیل القدر شاگرد حضرت ہمام بن منبہ نے اپنے استاد محترم سے حاصل کردہ روایات کو جمع کیا اور اس کا نام "الصحیفۃ الصحیحہ" رکھا، امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اس صحیفہ کو نقل کر دیا۔ اس کا ایک نسخہ جرمنی میں "برلن" کے کتب خانہ میں، اور دوسرا نسخہ دمشق کے کتب خانہ "مجمع علمی" میں سیرت اور تاریخ کے مشہور محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے ان دونوں نسخوں سے مقابلہ کر کے یہ صحیفہ شائع کر دیا جو اب عام مارکیٹ میں بھی مل جاتی ہے۔ اس میں ایک سے اڑتیس حدیثیں ہیں۔ ایک حرف یا ایک نقطہ میں بھی فرق نہیں تھا۔[17]

حضور اکرم ﷺ کے دور مبارک میں ہی احادیث کو لکھا گیا تھا لیکن وہ احادیث کسی ترتیب سے نہیں تھی۔ جس نے جو سنا اس کو نقل کر لیا بعد میں جیسے جیسے علم حدیث کے ساتھ اہل علم کا اشتعال بڑھتا گیا تو مختلف اعتبار سے علم حدیث پر کتب لکھی جانے لگی۔ کسی نے فقی نقطہ نظر سے اپنی عقائد اور ایمانیات سے آغاز کیا، طہارت سے متعلقہ احادیث کو "کتاب الطہارت" میں اور نماز سے متعلقہ احادیث کو "کتاب الصلاۃ" میں اور زکوۃ کی احادیث کو "کتاب الزکوۃ" میں اسی طرح باقی احکامات کو ابواب بندی کر کے درج کیا گیا۔

2۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا احادیث لکھنے سے منع کرنا۔

مستشرقین اس بات کو دلیل بناتے ہیں کہ حدیث حجت نہیں تو پھر حدیثوں کی کیا اہمیت۔ اس بات کو وہ بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم مجھ سے کوئی بات نہ لکھو اور جس آدمی نے قران مجید کے علاوہ مجھ سے کچھ سن کر لکھا ہے تو وہ اسے مٹا دے[18]۔

مستشرقین کا دعوی یہ ہے کہ حدیث قابل اعتماد اور لائق حجت نہیں تو پھر موقف کی تائید میں حدیث کو پیش کر کے استدلال کرنا کیسے صحیح ہے۔ مستشرقین اسلام میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کے لیے ایک بات پر نقطہ اعتراض اٹھا رہے ہوتے ہیں۔ دوسرے مقام پر اسی سے دلیل پیش کرتے ہیں نظر آتے ہیں۔ بات سے اس عمل سے ان کے ایسے اقوال میں تضاد پیدا ہو رہا ہے۔ کتابت حدیث کی ممانعت اس زمانے کی بات ہے۔ جب تک قران مجید کسی ایک نسخے میں مدون نہیں تھا بلکہ متفرق طور پر صحابہ کے پاس لکھا ہوا تھا۔ دوسری طرف صحابہ کرام بھی ابھی تک اسلوب قران سے اتنے مانوس نہ تھے کہ وہ قرآن اور غیر قرآن میں پہلی نظر تمیز کر سکے۔ ان حالات میں اگر احادیث بھی لکھی جائیں تو خطرہ تھا کہ وہ قران کے ساتھ نہ مل جائیں اس خطرے کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت حدیث سے منع فرما دیا لیکن جب صحابہ کرام اسلوب قران سے اچھی طرح واقف ہوئے تو آپ نے کتابت حدیث کی اجازت دی جس کے متعدد

واقعات کتب حدیث میں منقول ہیں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے شکایت کی کہ وہ بسا اوقات احادیث کو بھول جاتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ نے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھنے کا اشارہ کیا۔[19]

عبداللہ بن عمر بن عاص فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو باتیں سنا کرتا تھا انہیں لکھا کرتا تھا یاد کرنے کے لیے جب قریش نے منع کیا اور کہنے لگے کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو جو سنتے ہو لکھ لیتے ہو حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں اور بشری تقاضے کی وجہ سے آپ کو غصہ بھی آتا ہے خوشی کی حالت میں بھی ہوتے ہیں تو آپ کبھی غصے میں اور کبھی خوشی کی حالت میں گفتگو کرتے ہیں لہذا میں نے کتابت سے ہاتھ روک لیا، اور اس کا تذکرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ لکھا کرو اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس منہ سے سوائے حق بات کے کچھ نہیں نکلتا،[20]

پیر کرم شاہ صاحب الازھری نے احادیث لکھنے کی ممانعت کا مسئلہ کے زیر عنوان حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ (م74ھ) سے مروی صحیح روایت "لا تكتبوا عنى، ومَن كتب عنى" کی اہل علم کی آرا کی روشنی میں ایسی توجیہ کی ہے، جس سے مستشرقین کا اعتراض رفع ہو جاتا ہے.

1۔ کتابت حدیث کی ممانعت والی روایات منسوب ہیں کیونکہ ان روایات کا سیاق و سباق، تاریخی پس منظر اور دیگر شواہد اس موقف کی تائید کرتے ہیں اور پھر صحابہ کرام کی کثیر تعداد کا کتابت حدیث کی طرف عملی رجحان ان احادیث کے مفہوم کو متعین کرنے میں ہمارے لیے حجت ہے۔

2۔ جمع و تطبیق کے اصول کی روشنی میں بھی ان روایات کا مفہوم متعین کیا جا سکتا ہے یعنی نہی نزول قران کے وقت التباس کی وجہ سے کی گئی ہے لیکن جب التباس کا خطرہ نہ رہا تو آپ نے حدیث لکھنے کی اجازت دے دی۔

3۔ ان روایات کی ایک توجیہ یہ بھی کی جا سکتی ہے کہ آپ نے ایک ہی صفحے پر قران مجید کے ساتھ احادیث لکھنے سے منع فرمایا تھا، جیسا کہ کئی روایات سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ جب کہ احادیث کو الگ صفحات پر لکھنے کی اجازت تھی۔

4۔ یہ ممانعت کا حکم ان لوگوں کے لیے تھا جو حدیث کی حفظ کرنے میں اور باہم مذاکرہ کرنے میں کاہلی کا شکار ہو رہے تھے اور صرف کتابت حدیث پر تکیہ کیے ہوئے تھے، شاید اسی پس منظر میں آپ نے ان لوگوں کی حوصلہ افزائی بھی فرمائی جو حدیث کو یاد کرتے ہیں اور اس کو دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ جبکہ جو لوگوں حفظ کے خوگر تھے، اور ان کو اپ کی طرف سے احادیث لکھنے کی اجازت تھی۔[21]

فتح مکہ کے موقع پر آٹھ ہجری حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں انسانی حقوق پر مشتمل کئی احکام شریعت تھے، ایک یمنی شخص نے جس کا نام ابو شاہ تھا، اس نے حضور اکرم سے درخواست کی کہ یہ خطبہ اسے تحریری صورت میں دیا جائے، جس پر آپ ﷺ نے فرمایا ابو شاہ کے لیے تحریر کرو۔[22]

یہ چند مثالیں جو بیان کی ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عہد رسالت ﷺ اور عہد صحابہ میں کتابت حدیث کا طریقہ خوب اچھی طرح رائج ہو چکا تھا لیکن یہ کوشش سب انفرادی تھی اور کتابت حدیث کے مانند ایک مخصوص وقت میں تھی۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (شارح صحیح مسلم) نے منع کتابت حدیث کی ایک اور توجیہ ذکر کی ہے کہ الگ اطلاق کتابت کسی بھی زمانے میں ممنوع نہیں ہوئی بلکہ بعض حضرات صحابہ ایسا کرتے تھے کہ آیات قرانی لکھنے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمودہ تشریح وتفسیر بھی اسی جگہ لکھ دیا کرتے تھے، یہ صورت بڑی خطرناک تھی کہ اس بات سے آیات قران کے التباس کا قوی اندیشہ تھا اس لیے صرف اس سورت کی ممانعت کی گئی تھی قرآن سے الگ حدیث لکھنے کی کوئی ممانعت نہیں تھی،[23]

3۔ سند گھڑنے کے اعتراضات:

مستشرقین نے اعتراض اٹھایا ہے کہ مسلمان اپنی بات کو حضور ﷺ کی طرف منسوب کرنے کے لیے اسناد کو گڑا کرتے تھے (منٹگمری واٹ) نے احادیث کی اسناد کے متعلق اعتراض کرتے ہوئے یہ لکھتا ہے کہ مسلمان اپنی بات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جوڑنے کے لیے وہ سند گھڑتے تھے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ:

"احادیث کی مکمل اسناد بیان کرنے کو الشافعی کی تعلیمات کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے جو (تقریبا الواقدی) کے ہم اثر تھے جب احادیث کی مکمل اسناد بیان کرنے کا رواج ہو گیا تو لازماً علماء کی یہ خواہش تھی ہوتی ہو گی کہ وہ اپنی اسناد کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تک اپنی سند کو پہنچائیں خواہ انہیں اپنی اسناد میں اضافہ کرنا پڑے تاہم اس قسم کی اضافوں کو بھی قابل اعتماد اعتبار سمجھا جا سکتا ہے، کیونکہ غالباً وہ عام طور پر جانتے تھے کہ ان کے پیش رونے یہ معلومات کہاں سے حاصل کی اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ہم جس طرح اسناد کی آخری کڑیوں پر اعتماد کر سکتے ہیں اسی طرح ان کی ابتدائی کڑیوں پر اعتبار نہیں کر سکتے"[24]۔

منٹگمری واٹ یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہا ہے کہ مسلمان احادیث کی سند کو گھڑا کرتے تھے بظاہر وہ یہ نہیں کہہ رہا کہ وہ حدیث کو گھڑا کرتے تھے اس لیے کہ جب اسناد مشکوک ہو جائیں گی تو احادیث طیبہ خود بخود اپنا اعتماد واعتبار کھو بیٹھیں گیں، تو اس طرح یہ اعتراض یا تو مسلمانوں کے اصول حدیث کے فن سے اس کی جہالت کا نتیجہ ہے اور یا پھر احادیث طیبہ کے قصرِ رفیع کی بنیادوں پر کلہاڑا چلانے کی بہت بڑی سازش ہے۔

محدثین کی احتیاط

روایت حدیث میں بڑی احتیاط سے محدثین کرام نے سند کی پابندی اپنے اوپر لگائی جو اس امت کی خصوصیت ہے تاکہ کسی دشمن اسلام کو دخل اندازی کا موقع نہ مل سکے، محدثین اسناد کی جانچ پڑتال کرتے تھے نہ کہ گھڑتے تھے سند کا سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ جو شخص بھی کوئی حدیث بیان کرے پہلے وہ یہ بتائے کہ اس کو یہ حدیث کس نے سنائی اور اس سنانے والے نے کس سے سنی ہے اس طرح جتنے راویوں کا واسطہ اس حدیث کے روایت میں آیا ہے ان سب کے نام بترتیب بیان کرکے اس صحابی کا نام بتائیں جس نے یہ حدیث حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر روایت کی ہے چنانچہ آج حدیث نبوی ﷺ کے جو عظیم الشان مجمع مشہور و معروف کتب حدیث کی صورت میں ہمارے پاس محفوظ ہیں پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں ان میں ہر ہر حدیث کے ساتھ اس کی سند بھی محفوظ چلی آرہی ہے۔

جس کی بدولت آج ہر حدیث کے بعد نام بانام یہ بتایا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک یہ حدیث کن اشخاص کے واسطے سے پہنچی ہے، کسی حدیث کی سند میں اگر درمیان کے کسی راوی کا نام چھوڑ دیا جائے تو محدثین ایسی سند کو منقطع کہہ کر نا قابل اعتماد قرار دیتے ہیں اور اگر نام سب راویوں کے بیان کر دیے جائیں مگر ان میں کوئی راوی ایسا آجائے جو سکہ اور متقی و پرہیزگار نہ ہو اس کا حافظہ کمزور ہو یا وہ ایسا غیر معروف شخص ہو تو کسی کے تقوے اور حافظے کے متعلق کچھ معلوم نہ ہو تو ایسی تمام صورتوں میں محدثین سند پر اعتماد نہیں کرتے۔

جب تک وہ حدیث کسی اور قابل اعتماد سند سے ثابت نہ ہو جائے وہ قابل استدلال نہیں، اور اسے قابل استدلال نہیں سمجھتے اور یہ ساری تفاصیل جاننے کے لیے اسماء الرجال کا فن ایجاد کیا گیا جس میں راوی کے تمام ضروری حالات مثلاً پیدائش وفات تعلیم کب اور کس سے حاصل کی شاگرد کون تھے، قدیم کی کیا رائے تھی (وغیرہ ذالک) سب اس میں موجود ہیں۔[25]

فن اسماء الرجال کے بارے میں ڈاکٹر اسپرنگر جیسے یورپین سکالر کو یہ لکھنا پڑا کہ کوئی قوم دنیا میں ایسی نہیں گزری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماالرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ اشخاص کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔[26]

خلاصہ کلام

محدثین نے احادیث کا حال معلوم کرنے کے لیے کہ کیا وہ صحیح ہے یا نہیں اس کے لیے انہوں نے باقاعدہ قواعد وضوابط وضع کیے۔

محدثین روایت کو لینے اور بیان کرنے میں بڑی احتیاط کرتے تھے اور باقاعدہ اسناد کی جانچ پڑتال کرتے تھے اور ان کا مقصد ہی یہی ہوتا تھا کہ وہ سند میں من گھڑت تو نہیں اگر کسی قسم کا کوئی شبہ یا شک ہوتا تو روایت کو چھوڑ دیتے تھے،

اور مستشرقین اس بات کا یہ دعوی کر رہے ہیں کہ مسلمانوں نے احادیث کو گھٹا بڑھا کر بیان کرتے تھے ان کی یہ بات ہم غلط قرار دیتے ہیں اگر ایسی بات ہوتی تو پھر محدثین نے اصول حدیث کو کیوں وضع کیا اور راویوں کی چھان بین کے لیے اسماء الرجال جیسا عظیم الشان فن ایجاد ہوا جس کی بدولت کسی بھی راوی کی مکمل حالات معلوم کیے جا سکتے ہیں لہذا یہ کہنا کہ محدثین اسناد کو گھڑا کرتے تھے یہ سراسر بے جا الزام ہے جو دعوی بلا دلیل کے قبیل سے ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

نتائج البحث:

مستشرقین ہر دور میں یہ کوشش کرتے رہے کہ مسلمانوں کو اسلام سے دور کیا جائے، کبھی وہ قران پر اعتراضات کرتے تو کبھی احادیث رسول ﷺ پر اور کبھی سیرت طیبہ ﷺ پر یوں وہ اپنی ناپاک کوشش کرتے رہے مسلم سکالرز علماء نے ان کے ہر اعتراض کا بخوبی جواب دیا، مستشرقین نے احادیث طیبہ پہ جو اعتراضات کیے ان کا تحقیقی جائزہ لینے کے بعد محقق اس نتیجے پر پہنچا کہ مستشرقین کے یہ اعتراضات بے بنیاد ہیں، وہ صرف مسلمانوں کو احادیث رسول ﷺ سے دور کرنے اور ان کو شک و شبہات میں ڈالنے کے لیے ناپاک سازش کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے اور وہ اس میں ہمیشہ ناکام ہوتے ہوئے نظر آئے۔

حوالہ جات

[1] القرآن16:08

[2] الاستشراق والمستشرقین دختور محمد احمد رباب قاہرہ(1989ء)ص10

[3] الاستشرارق سالت الاستعمار دستور محمد ابراہیم الفیومی قاہرہ(1993ء)، ص2143

[4] Minggu.The study of hadith literature in the west Accessed from http:/berandeintelektual.blogspot.com

[5] Joseph Schacht, origins of Muhammadan Jurisprudence, Oxford University press Landon 1967,P:149

[6] The study of hadith literature in the west

[7] Ibid

[8] www.kitabsunnat.com

[9] Fatima kizin the views of orientalists on the hadith literature. http:/www.last prophet.info/the views of orientalists on the hadith.

[10] نظریہ عامتہ فی تاریخ الفقہ لعلی حسن عبد القادر:۱۲۶

[11] الصحیح البخاری ج1 باب العلم ح:105 مطبوعہ رحمانیہ / مشکوۃ المصابیح ح:2704

[12] القران3:32

[13] ترمذی جلد اول صفحہ 35 مفتی تقی عثمانی

[14] سنن ابی داؤد، باب العلم، ح۔3660

[15] حجت حدیث صفحہ 111 از شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی

[16] حجیت حدیث صفحہ:109 تا124

[17] درس ترمذی جلد اول صفحہ 42

[18] الصحیح المسلم، ج۔2، کتاب الزھد، ص:421، ح:7510، مطبوعہ رحمانیہ

[19] ترمذی شریف ص:107 ج:2

[20] ابوداؤد شریف، ج:2، ص:513

[21] ضیاءالنبی صلی اللہ علیہ وسلم،7 /122-144

[22] الصحیح البخاری، باب العلم، ص:22، ح:2434

[23] درس ترمذی، ج:1، ص:37

Muhammad at madina oxfordn university press karachi page;388 pub year 1981[24]

30 حدیث عہد رسالت وعہد صحابہ میں.

خطبات مدارس صفا